

- پبلک ٹرانسپورٹ
- شعبہ رہائش
- امن کا فنکشن
- اوپن پی ماڈل
- سائبر پالیسی کی فراہمی

شہری



SHEHRI

اس میں کوئی ٹک نہیں کہ شہریوں کا ایک چھوٹا سا گروہ جو شعور رکھتا ہو اور یقیناً دنیا کو بدل سکتا ہے۔ ڈاکٹر میتھ

جنوری تا مارچ ۱۹۹۹ء

کراچی میں میٹرو پولیٹن پولیس نظام کی ضرورت

کولمبیا کے تجربات سے کس طرح استفادہ حاصل کیا جائے

تھا۔

مشن کا بنیادی مقصد کراچی میں امن کے عمل کے لئے بین الاقوامی تجربات کو بنیاد بناتے ہوئے قومی کرداروں اور مفادات کے تناظر میں تجاویز مرتب کرنا تھا جائزے اور مشاہدے کے بعد کراچی میں ابتدائی رپورٹ تیار کی گئی جبکہ حتمی رپورٹ کولمبیا میں ۲۱ دسمبر ۱۹۹۸ء تک تیار ہونا تھی۔

۲۵ نومبر ۱۹۹۸ء کو سی پی ایل سی کے سربراہ جیمس یوسف نے کولمبیا میں مشن کا تعارف پریس اور مشہور شہری تنظیموں اور ایجنسیوں سے کرایا۔ شہری سی پی ایل سی کے مدعوئے جانے والے منتخب گروہ میں شامل تھا۔

کولمبیا ماہرین سے بہت سے سوالات کئے گئے۔ ڈاکٹر ڈاریو باربرتا نے اس موقع پر اپنے مشن کے اغراض و مقاصد پر روشنی ڈالی۔ انہوں نے کولمبیا میں ہونے والے اپنے کام پر ایک نظر ڈالی۔ انہوں نے کہا کہ "کولمبیا کا دارالحکومت بوگوٹا نوے لاکھ کی آبادی کا شہر ہے لیکن وہاں ۶۰ فیصد لوگ غیر قانونی طور پر آباد ہیں۔ بوگوٹا میں جب انہوں نے اپنا کام شروع کیا تو اس کا مقصد قانون کی حکمرانی کو قائم کرنا

چند ماہ قبل شہری سی بی ای سی اور ایچ آر سی بھی کے باہمی تعاون سے "اسلحہ سے پاک معاشرہ" کی مہم چلائی گئی تھی اس کاوش کے مثبت نتائج سامنے آ رہے ہیں کراچی میں میٹرو پولیٹن پولیس کے قیام پر غور و خوض کیا جا رہا ہے لیکن یہ نظام ایک مضبوط میٹرو پولیٹن حکومت اور شہریوں کے تعاون

کے بغیر کامیاب نہیں ہو سکتا

پریزیڈنسی جمہوریہ کولمبیا (سابق ڈائریکٹر منصوبہ برائے قومی آباد کاری اور سابق سیکریٹری برائے عوامی سالمیت) مسٹریڈگر سورینڈر ہائی کمیشن کے دفتر برائے امن۔ پریزیڈنسی جمہوریہ کولمبیا (سابق پولیس چیف) ڈاکٹر پیال اوکوت سربراہ گورننس یونٹ یو این ڈی ایف، پاکستان پر مشتمل

جیت کر چکے تھے جو جمہوریہ کولمبیا میں امن کے عمل، جرائم کے خلاف منظم جنگ اور شہریوں کے تحفظ سے متعلق تھے۔

چنانچہ ایک مشن ۲۳ نومبر ۱۹۹۸ء کو کراچی پہنچا جو ڈاکٹر ڈاریو باربرتا کو آرڈی نیٹ ہائی کمیشن کے دفتر برائے امن

اکتوبر ۱۹۹۸ء کے آخر میں حکومت پاکستان نے

کراچی میں سلامتی کی فضا اور حالات کو بہتر بنانے کے لئے ایک اصلاحی پیکیج پر عمل کرنے کا فیصلہ کیا۔

حکومت نے سب سے پہلے سندھ میں گورنر راج کا نفاذ کیا۔ وزیر اعظم پاکستان کی صدارت میں ایک میٹنگ بلائی گئی جس میں امن و امان کی صورت حال پر بحث ہوئی اس میں یہ طے کیا گیا کہ اس سلسلے میں بین الاقوامی تنظیموں سے تعاون حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ ان دوست ممالک سے بھی مدد حاصل کی جائے جنہیں ایسے ہی امن و امان کے حالات کا سامنا تھا۔ اس تعاون کے حصول اور رابطے کی ذمہ داری گورنر سندھ کو سونپی گئی۔ جو آئینی طور پر صوبے کے سربراہ ہیں وہ سی پی ایل سی کے بھی سربراہ ہیں۔

ان فیصلوں کی روشنی میں سی پی ایل سی نے اقوام متحدہ کے ترقیاتی پروگرام (UNDP) سے رابطہ کیا اور اس معاملے میں ان کی رہنمائی حاصل کرنا چاہی۔ گورنر سندھ جناب معین الدین حیدر اس سے پہلے یو این ڈی ایف گورننس یونٹ کے سربراہ سے ان تجربات کے بارے میں بات



شہری

جی 206 بلاک 2- پہلی ای سی ایچ ایس
کراچی، پاکستان
ٹیلی فون / فیکس 92-21-453-0545

E-mail address: shehri
@bnkhura.com
(web site) URL: http://www.
onkhura.com/shehri

ایڈیٹر: بیناصدیقی
انتظامی کمیٹی

چیمبرس: قاضی قازم حسین
وائس چیئرمین: ڈاکٹر بی بی سوزا
جنرل سیکریٹری: امیر علی مہالی
نائب: خلیب امیر
اورین: نوید حسین، خلیب امیر
شیف سٹار

شہری اشاف

کو آرڈینیٹر: سر منصور

اسسٹنٹ کو آرڈینیٹر: محمد معان اشرف

شہری ذیلی کمیٹیاں

آلودگی کے خلاف: نوید حسین

تحفظ درخت: دانش آرزو، بی بی سوزا

سیڑیا اور بیوی روایہ: حیدر امین، حسین
حسینی، فرزانہ انور

قانون: قاضی قازم حسین، امیر علی مہالی

رویلنڈی سوزا، ڈاکٹر بی بی سوزا، خلیب امیر

پارکس اور تفریح: خلیب امیر

پاک معاشرہ: نوید حسین

قاضی قازم حسین

مالی حصول: تمام ارکان

ذیلی کمیٹیوں کی رکنیت شہری برائے ہر ماحول کے
تمام ارکان کے لئے کھلی ہے۔ اس اشاعت میں
شامل مضامین کو شہری کے حوالے کے ساتھ شائع
کرنے کی اجازت ہے۔

ایڈیٹر اور ذیلی عملہ کا خیابان میں شائع ہونے والے
مضامین سے متعلق ہوا ضروری نہیں۔

لے آؤٹ اور ڈیزائن: ڈی بی بی

پروڈکشن: انٹرنیشنل کمیونیکیشن

مالی تعاون: فریڈرک، نوبل فاؤنڈیشن

رکن IUCN

دی ورلڈ لیکچررز مشن پونین



مشن کا بنیادی

مقصد کراچی میں امن

کے لئے

بین الاقوامی تجربات

کو بنیاد بناتے

ہوئے قومی مزاج اور

مفادات کو

مد نظر رکھتے ہوئے تجاویز

پیش کرنا تھا

کے ساتھ ہی دیگر مسائل بھی پیدا ہوئے
جنہوں نے صورت حال کو مزید بگاڑ دیا۔
ان میں سیاسی تشدد، گوریلا لڑائی، ڈرگ
مانیا اور معاشرتی تشدد شامل تھے۔

اس وقت نظام میں سماجی ناہمواریاں
موجود ہیں۔ یورپی اثرات سے متاثر طبقہ
چھپایا ہوا ہے اور سیاہ فام اور انڈین دے
ہوئے مظلوم طبقے ہیں۔ عوام کی اکثریت
ثقافتی سرگرمیوں میں پناہ تلاش کر رہی ہے۔

ڈاکٹر یاربرینا نے بتایا کہ ”تقریباً ۶
برس قبل بوگوتا میں سالانہ نو ہزار قتل
ہوتے تھے جن میں سے دس فیصد گوریلا
تحریک کی سرگرمیوں سے متعلق ہوتے
تھے۔ ۱۰ فیصد قتل منشیات کے گروہ کی

آہن کی لڑائیوں کا شاخسانہ ہوتے اور ۸۰
فیصد عام جرائم تھے۔ ہائی کمیشن برائے
امن کی کوششوں اور شہری معاشرے کے
تعاون کی بدولت گزشتہ برس اس شرح کو

اور انصاف و مساوات کو یقینی بنانا تھا۔

کولمبیا میں قومی پولیس کو فوج کنٹرول کرتی

ہے۔

ڈاکٹر یاربرینا نے کہا کہ ”وہ میٹروپولیٹن
سٹم کے لئے کوشش کر رہے تھے اس
وقت میں سنبھلنا خاص علاقوں میں پولیس
نظام کی مالی ضروریات پوری کر رہی ہیں جو
میٹروپولیٹن پولیس کی جانب پہلا قدم ہے
جو عوام کی دوست ہے اور ان کی
ضروریات اور خدشات پر توجہ دیتی ہے۔

بحران کی تاریخ بتاتے ہوئے انہوں
نے کہا کہ کبھی پولیس مین اور اسکول کے
اساتذہ عوامی عزت و توقیر کے نشان تھے۔

لیکن ۵۰ کے عشرے کے بعد سے پولیس پر
سیاسی رنگ غالب آیا کیونکہ اسے آنے
والی ہر سیاسی حکومت نے اپنے مخالفین کو
دبانے اور کچلنے کے لئے استعمال کیا۔ یہ
سلسلہ مارشل لاء لگنے تک جاری رہا۔ اس

۲۸۰۰ تک لایا گیا۔

معاشرے کو اسلحہ سے پاک کرنے کے
پروگرام میں اور کرپشن و بدعنوانی کی سطح کو
کم کرنے کی کوششوں میں شہری معاشرے
کی سرگرم شمولیت سب سے بنیادی اور
اہم عامل ہے۔ بوگوتا شہر کو ۲۰ سب
ڈویژنوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے تاکہ
مرکزیت کو مزید کم کیا جائے اور کمیونٹی کی
ترقی اور شمولیت کے عمل کو آگے بڑھایا
جائے۔

ڈاکٹر یاربرینا نے ایک دلچسپ حقیقت
کو یہ کہہ کر اجاگر کیا کہ کاروباری و تجارتی
گروہوں نے بھی آباد کاری کے عمل میں
بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ کالی ایریا میں
کاروباری سرگرمیوں نے ایک ایسے
شہرینہ علاقے میں آباد کاری کے لئے کام
کیا جہاں کو لمہین معاشرے کے کم حیثیت
طبقے رہائش پذیر تھے۔

ڈاکٹر یاربرینا نے کولمبیا میں
اٹھائے جانے والے مختلف نئے اقدامات
کی نشاندہی کی۔ انہوں نے بتایا کہ انکا
گواہوں کا حلقہ پیراگرام حمایت
کامیاب ثابت ہوا ہے۔ اسی طرح جج بغیر
شناخت کا پروگرام بھی بہت کامیاب رہا۔
مقامی عدالتوں کو متعارف کرانے کا تجربہ
بھی مثبت نتائج پیدا کرنے کا باعث بنا۔

ڈاکٹر یاربرینا نے اس سلسلے میں این جی
اوز کے مثبت کردار پر بہت زور دیتے
ہوئے کہا کہ ”۱۹۹۳ء میں این جی اوز کے
دباؤ پر نیا آئین پاس ہوا۔ کولمبیا میں
بلدیات کے انتخابات کے موقع پر امن کے
لئے ووٹ لیا گیا کیونکہ این جی اوز کی
طرف سے اس سلسلے میں بہت دباؤ تھا۔
انہوں نے یہ بھی کہا کہ اب این جی اوز
بلدیاتی بجٹ کا دس سے پندرہ فیصد حصہ
خرچ کر سکتی ہیں۔

انہوں نے ایک کیس کا خصوصی تذکرہ
کیا جب ایک لڑکی کی موت پولیس اسٹیشن
میں واقع ہوئی تھی جس کے نتیجے میں ایک
کمیشن قائم ہوا اور پولیس کی اصلاح کے
بابت صفحہ ۱۰ پر

مجوزہ کراچی میٹروپولیٹن پولیس ڈپارٹمنٹ کی نمایاں خصوصیات

○ میٹروپولیٹن پولیس ایکٹ ایک آزاد استغاثہ کی خدمات کی تخلیق پر غور کرے گا۔

○ مجوزہ میٹروپولیٹن ایکٹ غیر قانونی اجتماع اور جلوس سے نمٹنے کے لئے پولیس افسران کی ذمہ داریوں اور اختیارات کو واضح کرے گا۔

○ پنیل کوڈ میں ضروری ترمیمات کی بھی تجویز پیش کی گئی ہے۔

○ مجوزہ نظام مجسٹریٹ کے صرف ایسے اختیارات کے ایم پی ڈی کے پولیس افسران کو دے گا جو غیر قانونی اجتماع اور احتجاج سے نمٹنے کے لئے ضروری ہوں گے۔ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے دیگر اختیارات مجاز عدالتوں کو بھی حاصل رہیں گے۔

○ کے ایم پی ڈی ریلیف کمشنر کے ساتھ مل کر دوا اور امداد فراہم کرے گا۔

○ عدلیہ کی انتظامیہ سے علیحدگی ایک بین الاقوامی تسلیم شدہ اصول ہے یہ آئین میں بھی شامل ہے۔ کسی ایسے ملک میں اس اصول کے لاگو ہونے کا کوئی نتیجہ نہیں نکلا جہاں انتظامیہ ٹوٹ پھوٹ چکی ہو۔ پولیس کا میٹروپولیٹن نظام بہت سے ممالک میں نہایت کامیابی سے کام کر رہا ہے۔

○ ملزم کو انصاف دینے والے نظام کی اہل انتظامیہ کے لئے پولیس کے بھی نظام کو ایک اہل ذمہ دار اور آزاد (مختار) عدلیہ کی بہت ضرورت ہے۔

آئی جی پی سندھ کے مشورے سے پبلک سیفٹی کمیشن متوازی حرکت پذیری سے متعلق ضروری قوانین وضع کرے گا۔

اس نظام کو مندرجہ منسوبے کے تحت نافذ کیا جاسکتا ہے۔

پہلا مرحلہ

(۱) کراچی میٹروپولیٹن پولیس ایکٹ / آرڈی نینس کاغذ

(۲) کراچی میٹروپولیٹن پبلک سیفٹی کمیشن کی تشکیل

(۳) کے ایم پی ڈی کے سربراہ کا انتخاب اور عمدہ

(۴) کے ایم پی ڈی کے ہیڈ کوارٹرز میں کمیشن کے سیکرٹریٹ کا قیام

کے ایم پی ڈی (کراچی میٹروپولیٹن پولیس ڈپارٹمنٹ) کا سربراہ انسپکٹر جنرل پولیس ہوگا۔

کے ایم پی ڈی کا سربراہ پبلک سیفٹی کمیشن کو جواب دہ ہوگا یہ کمیشن مندرجہ ذیل افراد پر مشتمل ہوگا۔

(۱) وزیر اعلیٰ یا ان کا نامزد کردہ فرد کمیشن کا چیئرمین ہوگا۔

(۲) قائد حزب اقتدار کی جانب سے نامزد کردہ حکومتی ارکان میں سے ایک صوبائی رکن اسمبلی۔

(۳) قائد حزب اختلاف کی جانب سے نامزد کردہ حزب اختلاف کے اراکین میں سے ایک رکن صوبائی اسمبلی۔

(۴) گورنر کی جانب سے نامزد کردہ پانچ نمایاں ماہرین

(۵) سی پی ایل سی کا سربراہ بہ حیثیت سابق سرکاری رکن

کمیشن بذات خود ایک ایسی تنظیم ہوگی جو وزیر اعلیٰ (صوبائی حکومت) کے کنٹرول اور رہنمائی میں کام کرے گی۔ وزیر اعلیٰ یا اس کے نامزد کردہ فرد کو کمیشن کی سربراہی کے لئے تجویز کیا گیا۔

یہ توقع ہے کہ کمیشن اپنی سالانہ کارکردگی کو صوبائی اسمبلی میں پیش کرے گا تاکہ اس کا جائزہ لیا جائے اور مستقبل کے لئے رہنمائی کی جائے۔ امن و امان کو برقرار رکھنے کی ذمہ داریاں بدستور صوبائی حکومت کے ذمہ ہوں گی۔

مجوزہ نظام پبلک سیفٹی کمیشن کے ذریعے صوبائی حکومت کا ایک واحد کنٹرول نظام مہیا کرتا ہے۔ اراکین انفرادی طور پر کام کرنے کی بجائے ایک متحدہ تنظیم کے طور پر کام کریں گے۔

○ کسی بھی نظام میں پولیس کے بد عنوان اور نا اہل اراکین کی چھان بین ایک ضرورت ہے۔ میٹروپولیٹن پبلک سیفٹی کمیشن کے تحت ایک بہتر طریقہ کار مہیا ہوگا۔

○ اقتدار کی ایک سادہ پیمائش کی زنجیر کے ذریعے تمام سطحوں پر جانچ اور توازن کو تجویز کیا گیا ہے۔

- (۶) کمیونٹی ورکنگ
(۷) تمام موضوعات سے متعلق ڈیٹا بینک کو ترقی دینا
(۸) کے ایم پی ڈی کے لئے فورنسک لیبارٹری کا قیام

تیسرا مرحلہ

- (۱) تیز ترین انصاف کی فراہمی کے لئے عدلیہ کی اصلاحی تنظیم
(۲) جیلوں کی اصلاحات و ازسرنو تنظیم

(نوٹ) کے ایم پی ڈی کے نمایاں پہلو روزنامہ ڈان مورخہ ۱۲ اکتوبر ۱۹۹۸ء میں شائع ہونے والے مضمون بعنوان ”مجوزہ میٹروپولیٹن پولیس سیٹ اپ“ سے لئے گئے ہیں۔ اس میں تبدیلی آسکتی ہے۔ ایڈیٹر

بھی کھل چکا ہے۔ ”ڈاکٹر ڈاریو نے کہا کہ کولمبیا میں حالیہ امن تحریک ”جرانم“ کے خلاف اتحاد ”کولمبیا کے معاشرے کے تمام طبقات کے سامنے دو سوال رکھے ہیں۔
(۱) معاشرے کا ہر طبقہ امن کے عمل میں کس طرح شامل ہو سکتا ہے؟
(۲) ۳۰ برس بعد وہ خود کو اور کولمبیا کو کہاں دیکھتے ہیں؟

ڈاکٹر ایڈگر سوز نے بھی جاری امن پروگرام کو رائج کرنے کے طریقہ کار پر مختصر خطاب کیا۔ کولمبیا کے ماہر نے کہا کہ کراچی میں بھی شہری معاشرے کو عوامی اداروں کو ٹھیک کرنے کے لئے ہراول دینے کا کام انجام دینا چاہئے جو ایک عالمانہ اور ارتقائی عمل ہے۔

جناب جمیل یوسف نے کیونٹی اور شہری تنظیموں کی اہمیت پر زور دیا اور کہا کہ کراچی میں کھل طور پر بحالی امن کے لئے اسلحہ سے پاک کرنے کا عمل صرف ایک مختصر مدت کی پالیسی ہے۔ انہوں نے کراچی کے لئے ترقی و نشوونما پانے کی صلاحیت رکھنے والے جاپانی ماڈل کا بھی تذکرہ کیا اور کراچی میں ایک میٹروپولیٹن پولیس نظام کے قیام کی اشد ضرورت پر زور دیا۔

بقیہ میٹروپولیٹن پولیس

لئے تجاویز پیش کی گئیں۔ کاروباری و تاجر حضرات، ماہرین تعلیم، این جی اوز اور وکلاء کو اس کمیشن میں نمائندگی دی گئی۔ کمیشن کی معلومات کے نتیجے میں ایک قانون تیار کیا گیا جس کے تحت پولیس کی مخصوص غلط کاریوں کی نشاندہی کی گئی۔ یہ فیصلہ کیا گیا کہ ہائی اسکول گریجویٹ ہی پولیس میں بننے کا اہل ہے۔

اس کے لئے علاوہ موجودہ اسٹاف کے لئے بالغ خواندگی کا پروگرام بھی شروع کیا گیا۔ کولمبیا میں فوجی سروس لازمی ہے۔ فوجی ملازمت کے تبادلے پولیس سروس کا اختیار دیا گیا۔ اس پالیسی نے اچھا پس منظر رکھنے والے لاتعداد نوجوانوں کو پولیس کے شعبے کی جانب راغب کیا۔ پولیس میں کی تنخواہ کی سطح بھی بڑھائی گئی۔

ڈاکٹر ڈاریو نے تعلیمی اداروں کے کردار کو بھی سراہا۔ انہوں نے کہا کہ ”جامعات پولیس کو معاشرے میں ان کے کردار کے بارے میں تعلیم دینے میں مصروف ہیں۔ پولیس اسٹاف بھی تعلیم و تربیت کے لئے جامعات میں جانے کا پابند ہے۔ ایک اسکول برائے پولیس تربیت



(۵) پینل کو شہادت ایکٹ ٹریفک قوانین میں ترمیمات تجویز کرنا اور متعلقہ قوانین کو بہتر بنانا

کے ایم پی ڈی کی کارگزار شاخوں مثلاً سی آئی ڈی، انتظامیہ، اسپیشل برانچ، سینٹرل ریزرو وغیرہ کی تنظیم

(۷) کے ایم پی ڈی اور بقیہ سندھ پولیس کے درمیان اثاثوں اور قرضوں کی تقسیم

(۸) کارگزار یونٹوں مثلاً پولیس اسٹیشنوں / پولیس ڈویژنوں کی تنظیم نو

(۹) مختلف یونٹوں میں خدمات سرانجام دینے کے لئے مطلوبہ افراد کی تعداد معلوم کرنا اور موجودہ انسانی اور مادی فہرہ کی تقسیم

(۱۰) بدلتے ہوئے کردار اور رویوں کی تربیت فراہم کرنا

دوسرا مرحلہ

(۱) بد عنوان اور نا اہل عناصر کے کھل خاتمے کے لئے انتہائی اقدامات اٹھانا
پولیس کی تنظیم نو کے لئے

(i) کارگزار گاڑیوں کا حصول

(ii) کیونٹی کمیشن اور کمیونٹی آلات کا حصول

(iii) فورنسک سائنس لیبارٹری کے آلات کا حصول

(iv) فسادات، لڑائی، جھگڑوں کے خلاف استعمال ہونے والے آلات، اسلحہ اور گولہ بارود کا حصول

(۳) کراچی میٹروپولیٹن پبلک سیفٹی کمیشن کی طے شدہ پالیسی کے مطابق موجودہ خالی آسامیوں کے لئے بھرتی

(۴) افسروں اور ماتحتوں کی شرح کی تصحیح کرنا

(۵) جدید خطوط پر تربیت فراہم کرنے کے لئے تربیتی اسکولوں کا درجہ بڑھانا اور انہیں ضروری سازوسامان سے لیس کرنا

کراچی میں شعبہ رہائش

گزشتہ دنوں شہری سی بی ای اور فریڈرک نومان فاؤنڈیشن کے تعاون سے مقامی ہوٹل میں کراچی میں رہائش کے شعبے پر ایک مذاکرہ منعقد کیا گیا۔ دیگر مقررین کے علاوہ مذاکرے سے کے ڈی اے کے ڈائریکٹر جنرل اللہ رکھا عاصی اور سندھ کچی آبادی اتھارٹی کے ڈائریکٹر جنرل تسنیم احمد صدیقی نے بھی خطاب کیا

کرنے سے پہلے بہت زیادہ قیمت پر زمین خریدنی پڑتی ہے جس کی بنا پر ہاؤسنگ یونٹ کی قیمت خود بخود بڑھ جاتی ہے۔

ایک اور مسئلہ بنیادی ڈھانچے کی غیر موجودگی ہے۔ کراچی میں لاتعداد شعبے اور ایجنسیاں کام کر رہی ہیں جن کی بدولت بہت سے منصوبے ناکام ہو جاتے ہیں کیونکہ مختلف شعبوں کا آپس میں ٹکراؤ ہے۔

انہوں نے اسکیم نمبر ۳۳ کی مثال دیتے ہوئے کہا کہ اس کے قبل ہونے کی وجہ کراچی ڈائریکٹوریٹ بورڈ اور کے ڈی اے کے درمیان عدم تعاون ہے۔ آج تک اسکیم نمبر ۳۳ میں کوئی اسٹیشن قائم نہیں ہوا ہے۔

جناب نقوی نے ہاؤسنگ سیکڑی کارکردگی کو بہتر بنانے کے لئے مختلف تجاویز پیش کیں۔ انہوں نے کہا کہ سب سے پہلے حکومت کو قیمت کی سطح کو کم کرنا



کراچی کے رہائشی مسئلے پر غور و خوض

ہے لیکن ہر سال صرف ۵۰ ہزار نئے مکانات تعمیر ہوتے ہیں۔

انہوں نے آبادی کے کردار کا تفصیلی جائزہ لیا اور بلڈرز کو درپیش مسائل کا تذکرہ کیا۔ انہوں نے کہا کہ ملک میں کوئی قابل قبول قومی ہاؤسنگ پالیسی نہیں ہے۔ کراچی کے علاوہ ملک میں حکومت کے پاس بہت کم زمین ہے۔ چنانچہ بلڈرز کو تعمیر

خواہشات اور امنگوں کا ساتھ دے سکے۔ فردوس شمیم نقوی نے ایسوسی ایشن آف بلڈرز اینڈ ڈویلپرز (آباد) کی نمائندگی کرتے ہوئے کہا کہ کچی آبادیوں کی تعداد میں اضافہ کرنے کے بجائے ان میں کمی کرنے کی ضرورت ہے۔ انہوں نے اس حقیقت پر اظہار افسوس کیا کہ کراچی میں سالانہ ۵۰ لاکھ مکانات کی ضرورت ہوتی

تسنیم احمد صدیقی، ڈائریکٹر جنرل سندھ کچی آبادی اتھارٹی (ایس کے اے اے) نے کہا کہ ہمارا مقصد عوام کو قابل استطاعت مکانات کی فراہمی ہونا چاہئے۔ اس سیکڑ میں حکومت ایک اہم کردار ادا کر سکتی ہے اس سلسلے میں انہوں نے "خدا کی بستی" کی مثال دی جو حیدرآباد ڈیولپمنٹ اتھارٹی (ایچ ڈی اے) کا منصوبہ ہے جس میں عوام کو حکومت کی جانب سے سستے مکانات فراہم کیے گئے۔

اللہ رکھا عاصی، ڈائریکٹر جنرل (کے ڈی اے) نے اس بات سے اتفاق کیا کہ کے ڈی اے کو ہاؤسنگ سیکڑ میں ایک بہت زیادہ فعال کردار ادا کرنے کی ضرورت تھی۔ انہوں نے کہا کہ وہ معاشرے کے ہر طبقے سے مشورے اور تجاویز کو قبول کریں گے کہ کے ڈی اے کی کارکردگی کو کس طرح بہتر بنایا جاسکتا ہے تاکہ وہ عوام کی



جناب شمیم فردوس، محمد المعید خان، اللہ رکھا عاصی اور شمیم احمد صدیقی



فرمان انور اور پروین رحمن



مذاکرے کے حاضرین

اختیار کی۔ حکومت کے کردار کی غیر موجودگی میں دلال اور بلاک بنانے والے زمین اور تعمیراتی سامان کو فراہم کرنے والوں کا کردار ادا کر رہے ہیں۔ انہوں نے یہ بھی بتایا کہ ان نام نماد کچی آبادیوں میں ایک بہت بڑی رقم کی سرمایہ کاری کی گئی ہے کیونکہ اورنگی میں سات ہزار گھروں میں سے چھ ہزار گھریں سیوریج کا کام دے رہی ہیں۔ انہوں نے کچی آبادیوں کی صورت حال کو بہتر بنانے پر سندھ کچی آبادی اتھارٹی کے کردار کی تعریف کی اور غیر رسمی سیکٹرز میں خدمات کی فراہمی میں ماہرین کی شرکت پر زور دیا۔

پانی صفحہ ۱۳

پیش کرتے ہوئے کہا کہ کچی آبادیاں ۱۹۹۳ء میں ماہرین کی آمد کے ساتھ ہی وجود میں آئی تھیں۔ جب لائسنز ایریا بزرگ ٹرانز اور بیروں کو ہاؤسنگ کالونیوں میں تبدیل کر دیا گیا پھر ایوب خان کا دور آیا جب کورنگی، لانڈھی اور بلدیہ جیسی آبادیاں وجود میں آئیں جہاں صنعتی کارکنوں نے رہائش اختیار کی۔ انہوں نے منصوبہ بندی کی چند غلطیوں کی بھی نشاندہی کرتے ہوئے کہا کہ ڈی اے کی میٹروپولیٹن جیسی اسکیم کا مقصد کم آمدنی والے طبقے کو رہائش فراہم کرنا تھا لیکن وہاں متوسط طبقے کے لوگوں نے رہائش

ادارے کی مالی مضبوطی کی ضرورت پر زور دیا تاکہ ان کی خدمات آبادی کے ایک وسیع حصے تک پہنچ سکیں۔

محترمہ پروین رحمان ڈائریکٹر اورنگی پائلٹ پروجیکٹ (اد پی پی) نے سینٹار کے شرکاء کو بتایا کہ عملی اصلاح میں اب رسمی اور غیر رسمی سیکٹرز میں کوئی فرق نہیں رہا ہے۔ اس وقت کراچی کی ۶۰ فیصد آبادی کچی بستیوں میں رہتی ہے۔ انہوں نے اورنگی جیسی جگہوں پر ہونے والی ترقیاتی پیش قدمی کو ”عوامی متبادل“ قرار دیا۔

پروین رحمان نے کراچی میں کچی آبادیوں میں اضافے کو تاریخی تناظر میں

چاہئے کیونکہ بنیادی ڈھانچے کی ترقی ہاؤسنگ کی سولتوں کی ترقی سے مقدم ہے۔

نائب نقوی نے سیٹلائٹ ٹاؤن کی تعمیر کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے کہا کہ تعمیراتی سامان کی قیمت میں بھی کمی لانے کی ضرورت ہے۔ حکومت کو ہاؤسنگ سیکٹرز کو ایک صنعت کی حیثیت سے تسلیم کر لینا چاہئے۔

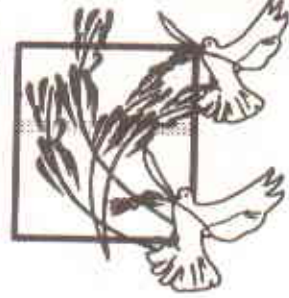
جناب عبدالعید خان ڈپٹی چیئرمین ڈائریکٹر (ایچ بی ایف سی) نے ہاؤسنگ بلڈنگ فنانس کارپوریشن کے کردار اور ذمہ داریوں پر روشنی ڈالی۔ انہوں نے

مبارکباد



ڈاکٹر ریٹے کلاف پاکستان میں فریڈرک نویمان فاؤنڈیشن (ایف این ایف) کے سابق کنٹری ریپریزنٹٹیو اب جرمنی کی اقوام متحدہ سے بہ حیثیت جنرل سیکریٹری منسلک ہو گئے ہیں۔ پاکستان میں ان کے قیام کے دوران ایک کامل شہری معاشرے کے لئے انفرادی و اجتماعی کوششوں کو متحرک کرنے میں شہری سی بی ای، ایف این ایف کی مقامی ساتھی ہونے کی حیثیت سے ان کے تجربے اور بصیرت سے حد درجہ مستفید ہوئی۔ ایف این ایف اور شہری کے درمیان مضبوط اور باہمی منفعت بخش شراکت برسوں پر محیط ہے جو ڈاکٹر کلاف کی کوششوں اور پیش قدمی کی مرہون منت ہے۔ شہری انتظامیہ اسٹاف اور اراکین جرمنی کی اقوام متحدہ کے جنرل سیکریٹری کا اہم عمدہ سنبھالنے پر انہیں دلی مبارکباد پیش کرتے ہیں اور مستقبل میں ان کی کامیابی کے لئے دعاگو ہیں۔

روٹی کپڑا اور مکان
مانگ رہا ہے ہندوستان
مانگ رہا ہے پاکستان



پاکستان اور بھارت اپنے ایٹمی ہتھیار تلف کر دیں

انسانی زندگی کے تحفظ کے لئے بالخصوص تیسری دنیا کے ممالک میں عوامی تحریکیں منظم کرنے کی ضرورت ہے

”روٹی، کپڑا اور مکان۔ مانگ رہا ہے ہندوستان۔ مانگ رہا ہے پاکستان۔“
نرملہ دیش پانڈے گاندھی کے عدم تشدد کے نظریہ کی حامی ہیں انہوں نے امن کے ایسے مقابل کی ضرورت پر زور دیا جو تشدد سے پاک ہوں جو معاشرے کو درپیش مختلف مسائل کو حل کر سکیں۔
انہوں نے امن فوج کے خیال کو پیش کرتے ہوئے کہا کہ ناانصافیوں کے خلاف لڑائی کرنے کے لئے عدم تشدد پر مبنی ایسے مقابل طریقے تلاش کرنے ہوں گے جو ہندوؤں کی جگہ لے سکیں۔ امن فوج تازعات کو طے کرنے کے ساتھ معاشرے میں اندرونی امن کے قیام کے لئے بھی استعمال کی جاسکتی ہے اور یہ قوموں کے درمیان تازعات کو طے کرنے میں بھی موثر ثابت ہو سکتی ہے۔

بھارتی رکن پارلیمنٹ نے یہ بھی کہا کہ مرد اور عورتوں کے ذہنوں کو بدلنے کی ضرورت ہے تاکہ وہ تشدد سے پاک سیاست، معیشت اور سماج کو یقینی بنا سکیں۔ عدم تشدد کی ثقافت ہی قائم رہنے والے امن کی پامبر ہوگی۔

نرملہ پانڈے نے کہا کہ بھارت میں ایٹمی ہتھیاروں کے خلاف ایک امن مارچ کا انعقاد کیا جا رہا ہے۔ تین ماہ تک جاری

ان میں سے ایک نرملہ دیش پانڈے تھیں جو ایٹمی عوام کی تنظیم کی چیئر پرسن بھی ہیں۔ انہوں نے بھارتی عوام کی جانب سے اس دلی خواہش کا اظہار کیا کہ وہ ہر صورت میں پاکستان کے ساتھ امن چاہتے ہیں۔ جب سے دونوں ملکوں نے ایٹمی دھماکے کئے ہیں امن کی خواہش میں شدت آئی ہے۔ بھارت میں امن کے حامی لوگوں نے ایک نیا نعرہ ایجاد کیا ہے کہ

(بے اے سی پی آر) لاہور۔ شہری برائے امن (سی پی) پشاور۔ اور شہری امن کمیٹی (سی پی سی) راولپنڈی، اسلام آباد پر مشتمل ہے۔

کانفرنس میں بھارت، پاکستان، نیپال، بنگلہ دیش اور سری لنکا کے مندوبین کے درمیان دوستی، محبت اور بھائی چارے کے جذبات دیکھنے میں آئے۔ بھارتی مندوبین میں دو اراکین پارلیمنٹ بھی شامل تھے۔

کراچی

میں گزشتہ دنوں روزہ عالمی امن کانفرنس کا انعقاد ہوا جس میں جنوبی ایشیا میں ایٹمی ہتھیاروں کے خلاف عوامی رائے عامہ کو بیدار کرنے اور باہمی افہام و تفہیم کے پل تعمیر کرنے کے لئے مشترکہ جدوجہد کا اعلان کیا گیا۔ اس امن کانفرنس میں ملکی و غیر ملکی مندوبین نے شرکت کی جن کی تعداد چار سو سے زیادہ تھی۔
بھارت، بنگلہ دیش، نیپال، ہالینڈ، سری لنکا کے مندوبین کے علاوہ انٹرنیشنل فرینڈش برائے ایٹمی عدم پھیلاؤ کے ایک وفد نے بھی کانفرنس میں شرکت کی۔ برطانیہ اور امریکہ سے بھی کچھ مندوبین اس کانفرنس میں شرکت کی غرض سے تشریف لائے تھے۔

امن کانفرنس کے انعقاد کا مقصد تشدد، علاقائی تازعات، دفاعی اخراجات کے اسباب، شہری معاشرے میں عدم مساوات کی وجہ، بھائی چارے، امن و انصاف اور گورننس پر بحث و مباحثہ اور امن کی تحریک کو توانائی فراہم کرنا تھا۔

پاکستان میں کولیشن نے اس کانفرنس کو منعقد کیا تھا جو ہتھیاروں کی دوڑ کے خلاف ایکشن کمیٹی (آکار) کراچی۔ عوام کے حقوق کے لئے جوائنٹ ایکشن کمیٹی

ایٹمی جنگ سے پیدا ہونے والی

تباہی کو مد نظر رکھنا ہوگا کیونکہ انسانی غلطی کے

خلاف کوئی ضمانت موجود نہیں

ہے ایٹمی ہتھیاروں کی

موجودگی ایک ریاست اور معاشرہ کو شدید نقصان

پہنچاتی ہے

رہنے والا یہ مارچ بھارت کے مختلف شہروں سے گزرے گا۔ ایسے ہی ایک مارچ کا انعقاد دہلی سے کراچی تک کیا جائے گا تاکہ امن اور عدم تشدد کے لئے عوامی بیداری پیدا کی جاسکے۔

انہوں نے اس خیال کا بھی اظہار کیا کہ مذہبی برداشت اور بنیاد پرستی بھی دباؤ پیدا کرتے ہیں اس لئے مختلف مذاہب سے تعلق رکھنے والے افراد کے درمیان مکالمہ بہت ضروری ہے تاکہ مختلف کمیونٹی میں انہام و تقسیم پیدا ہو۔ انہوں نے ایک مہم اور جدوجہد کی ضرورت پر زور دیا جو افہام و تقسیم و میل ملاپ تخلیق کرے اور بنیاد پرستی سے نبرد آزما ہو سکے۔ انہوں نے سماجی مساوات اور انصاف کے لئے بھی ایک عوامی تحریک کی ضرورت پر زور دیا تاکہ ہر ایک کے انسانی حقوق کو یقینی بنایا جاسکے۔

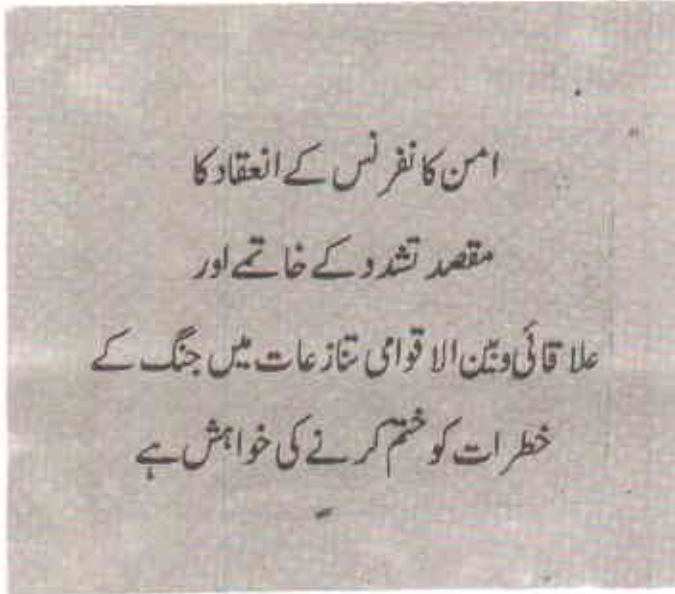
انہوں نے مزید کہا کہ ایٹمی ہتھیار اب حقیقت بن چکے ہیں لوگوں کو ایٹمی ہتھیاروں کے خطرات سے آگاہ کرنا اور ایک مضبوط و موثر امن تحریک کی تشکیل بہت ضروری ہے۔

کیشن برائے حقوق انسانی کے ڈائریکٹر آئی اے رحمان نے اپنے خطاب میں کہا کہ پاکستان میں ریاست نے قومی سلامتی کے نام پر شہریوں کو رعایا کا درجہ دیا ہے اور صورت حال شاید علاقے کے دیگر ممالک میں بھی ہو۔ ہم سے کہا جاتا ہے کہ بھوکے رہیں۔ بیماری کو قبول کر لیں اور ناخاندانہ رہیں کیونکہ ہمارے پاس جو بھی ذرائع ہیں انہیں ہتھیار خریدنے کے لئے استعمال کرنا ضروری ہے جنہیں قومی سلامتی کے لئے ضروری سمجھا جاتا ہے۔ ہمیں یہ حکم دیا جاتا ہے کہ ان شہری آزادیوں کو بھول جائیں جن کے لئے ہم نے غیر ملکی حکمرانوں سے جنگ کی تھی۔ ہم جابرانہ قوانین کے خلاف آواز نہ اٹھائیں کیونکہ یہ سلامتی و تحفظ کی قیمت ہے اور یہ قیمت ہم نے خوشی سے ادا بھی کی ہے۔ نتیجے میں پاکستان کے پاس ایک نکاتی ایجنڈا

ہے اور وہ یہ ہے کہ غیر ممالک سے قرضے کیسے حاصل کریں اور انہیں ادا کرنا کس طرح بھولیں۔

دونوں ملکوں نے جب سے ایٹمی دھماکے کئے ہیں ایٹمی تازہ کے خطرات بڑھ گئے ہیں۔ ایٹمی جنگ سے پیدا ہونے والی تباہی کو مد نظر رکھنا ہوگا کیونکہ انسانی غلطی کے خلاف کوئی ضمانت موجود نہیں ہے۔ ایٹمی ہتھیاروں کی موجودگی ایک ریاست اور شہری معاشرے کو شدید نقصان پہنچاتی ہے۔ ایٹمی قوت بننے سے

تشدد کا سامنا کرنا پڑا جب ہم نے بنگالیوں کے جائز مطالبات کی حمایت کی تھی یہ ہی چیز بلوچستان، سرحد اور سندھ میں ہو رہی ہے یہی وجہ ہے کہ لاقانونیت میں اضافہ ہوا ہے اور قانون کی حکمرانی ختم ہو رہی ہے اب ایک عام آدمی بھی دوسرے آدمی کے خون کا پیاسا ہو گیا ہے۔ خوف اور دہشت کے ذریعے حکومت کرنے کا خیال شہری معاشرے کو اپنا کردار ادا کرنے کے لئے بہت کم جگہ فراہم کرتا ہے چنانچہ شہری معاشرے کے ادارے ایک ایک



پاکستانی معیشت بری طرح متاثر ہوئی ہے لیکن جیسے جیسے امیر ملکوں کی عاید کردہ پابندیوں کا دباؤ کم ہوگا ایٹمی صلاحیتوں میں اضافے کی دوڑ دوبارہ شروع ہو جائے گی اور قومی دولت میں عوام کا حصہ کم سے کم تر ہوتا جائے گا اس صورت حال کے تناظر میں دیکھا جائے تو پاکستان میں مضبوط حاکمانہ رویوں کو جلائے گی۔ قانون نافذ کرنے والے اداروں کو اور کھلی چھٹی مل جائے گی اور غیر مراعات یافتہ طبقوں کے درمیان مزید فرق پیدا ہوگا اور عوام کی غربت میں مزید اضافہ ہوگا۔

رحمان صاحب نے یہ بھی کہا کہ پاکستان میں سیاسی مخالفین کے خلاف تشدد کا استعمال نیا نہیں ہے۔ ہمیں اس وقت

کے تباہ ہو رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ امن، جمہوریت اور انسانی حقوق کی پیمتری تھے ریاست کی دوبارہ تعمیر ضروری ہے اور شہری معاشرے کی حاکمیت کو دوبارہ قائم کرنا بھی لازمی ہے ان مقاصد کے حصول کے لئے تمام ملکوں کے عوام کی مشترکہ جدوجہد کی ضرورت ہے۔

پلی پلی سی کے کنوینشنل ایم کئی نے اپنے خطاب میں کانفرنس کے انعقاد کے بارے میں کہا کہ یہ کانفرنس امن کی ثقافت کو فروغ دینے اور تشدد کے خاتمے اور علاقائی و بین الاقوامی تنازعات میں جنگ کے خطرات کو ختم کرنے کی خواہش ہے۔

سندھ کے بزرگ دانشور اور ترقی پسند سیاست دان سوبھوگیان چند لانی نے خدشہ

ظاہر کیا کہ حکومت ملک میں طالبان طرز کا نظام مسلط کرنا چاہتی ہے۔ انہوں نے مذہبی اور دیگر بنیاد پرست عناصر کی مذمت کرتے ہوئے کہا کہ عوام کو ان صوفی حضرات کی تعلیمات سے سبق لینا چاہئے جنہوں نے علاقے میں اسلام کے فروغ میں اہم کردار ادا کیا تھا۔

انٹرنیشنل فزیشنز برائے ایٹمی عدم پھیلاؤ کی وائس چیئرمین ڈاکٹر میری ایشور نے مسئلہ کا بین الاقوامی تناظر میں جائزہ لیا۔ ان کے دو ساتھیوں نے ایٹمی ہتھیاروں کی تباہ کاریوں کے سیاسی اثرات کا بھی تفصیلی ذکر کیا۔

انتہائی اجلاس کے بعد مختلف ورکنگ گروپوں نے مسائل پر بحث کی۔ جن موضوعات پر ورکنگ گروپ نے بحث کی ان میں سلامتی اور ہتھیاروں کا عدم پھیلاؤ، جنگ و امن کی معیشت، ابلاغ میں امن کی سیاست، آرٹ گیلری اور امن، جنسی تفریق اور فوج، امن کا فروغ، امن کی تعلیم، علاقائی تنازعات، شمال کا کردار اور امن کی بین الاقوامی تحریکیں اور مزدور تحریک میں امن کی سیاست شامل تھے۔

کانفرنس کے دونوں روز شرکاء کے لئے رنگارنگ ثقافتی پروگرام بھی پیش کئے گئے۔ تقسیم پڑھی گئیں۔ سندھ کے صوفی شعراء کا کلام پڑھا گیا۔ سندھ اور لیلوی کے مشہور لوک رقص اور گیت بھی پیش کئے گئے۔ مشہور پاپ میوزک گروپ جنون نے بھی شرکاء کو اپنے فن سے محفوظ کیا۔ شیماکرانی نے یہ تمام ثقافتی پروگرام بہت محنت اور کامیابی سے مرتب کئے۔ خود انہوں نے بھی اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ ایک خوبصورت رقص پیش کیا۔

پاکستان امن کانفرنس کے دوسرے دن کانفرنس کے شرکاء نے یہ مطالبہ کیا کہ پاکستان اور بھارت کو اپنے تمام ایٹمی ہتھیار اور میزائل تباہ کر دیں۔ وہ نہ صرف سی ٹی بی ٹی پر دستخط کریں بلکہ آپس میں جنگ نہ کرنے کا معاہدہ بھی کریں۔

باقی صفحہ ۳۴ پر

ایٹمی دھماکوں کے شور میں امن کا ترانہ

پاکستان اتحاد برائے امن کی کامیابی انسانیت کی کامیابی

ہے اور جن کے نتیجے میں روپے کی قدر میں کمی ہوئی اور قیمتوں میں بے تحاشا اضافہ ہوا۔ اس صورتحال میں عوام کو ایٹمی دھماکوں کے خلاف متحد کرنے کی کوششوں کو توانائی حاصل ہوئی۔

6 اگست کو ہیروشیما پر Atomic حملوں کے دن کی یاد میں کراچی، لاہور اور اسلام آباد میں عوامی اجتماعات ہوئے۔ ان اجتماعات میں شریک لوگوں کی تعداد سینکڑوں میں تھی اور ہزاروں شہریوں نے ان مظاہرین کو دیکھ کر ان کی کوششوں کی تائید کی۔ اگر اس کو اتحاد نہ کہیں تو بھی یہ اظہار ہمدردی ضرور تھا۔ 9 اگست ناگاساکی پر بمباری کا دن بھی اسی طرح منایا گیا۔

کراچی میں قائم کی جانے والی مشترکہ کمیٹی جس کا نام Action Committee Against Arms Race ہے اس میں 2 درجن سے زیادہ تنظیموں کے ساتھ کچھ معروف لوگ بھی شامل ہیں جو خطہ میں پیدا کئے جانے والے جنگی جنون کے خلاف رائے عامہ منظم کرنے میں مصروف ہیں۔

لاہور میں Action Committee for People's Rights راولپنڈی اور اسلام آباد میں

فوری رد عمل کے نتیجے میں قائم ہو رہی تھیں۔ لیکن جلد ہی یہ احساس پیدا ہو گیا کہ بڑے پیمانے پر رائے عامہ کو ہموار کرنے کی غرض سے آپس میں متحد ہونے کی ضرورت ہے اور اس احساس کے تحت عملی کاوشوں کا آغاز ہو گیا ہے۔

ایٹمی دھماکوں سے پیدا ہونے والا جنون جلد ہی ٹھنڈا پڑ گیا اور اب جذبات کو زمین پر موجود تلخ حقائق کا سامنا ہے جو اقتصادی پابندیوں وغیرہ کی صورت میں ہمارے سامنے موجود ہیں۔ غیر ملکی کرنسی کے بینک اکاؤنٹ پر پابندی لگانے کے فیصلے نے عوام کا حکومت پر سے اعتماد ختم کر دیا

ایٹمی ہتھیاروں کی دوڑ شروع ہونے سے پاکستان اور ہندوستان کے عوام کے سیاسی، شہری اور معاشی حقوق پامال ہو رہے ہیں

الاوقامی معاشی پابندیوں کے خلاف سیاسی اور سماجی جماعتوں کی طرف سے رائے عامہ ہموار کرنے پر پابندی لگا سکے۔ ان دھماکوں کے بعد جو متعدد اقدامات کئے گئے ان میں تازہ اقدام پندرہویں ترمیم (شریعت بل) کا نفاذ بھی شامل ہے۔ ان سب اقدامات کے ذریعے ریاست کے جبروت شدت میں اضافہ ہوا اور ایک مضائقہ اور انسانی احترام پر مبنی معاشرے کی نفی کی گئی اور علاقائی خود مختاری اور حکومتی اختیارات میں شرکت کے حق کی بھی نفی ہوئی۔ یہ سارے اقدامات ایک مضائقہ نظام پر استوار پاکستان کی طرف پیش قدمی کے برعکس ہیں۔

اختلاف رائے کو دبائے کی کوششوں کے باوجود پاکستان اور ہندوستان میں بڑے پیمانے پر ایٹمی پھیلاؤ کی شدید مذمت کی گئی ہے۔

ایٹمی دھماکوں کی مذمت اور امن کی کوششوں کو منظم کرنے کے لئے شہری گروپوں، ٹریڈ یونینوں، سیاسی جماعتوں، پروفیشنل گروپوں، طلباء، نوجوانوں، ماہرین تعلیم، معیشت دانوں، صحافیوں، دانشوروں اور ماہرین ماحولیات نے ہم شروع کر دی ہے۔ ابتداء میں ان کوششوں میں کوئی رابطہ نہ تھا کیونکہ یہ

ہندوستان نے مئی 1998ء کو دوسری بار زیر زمین ایٹمی تجربات کئے۔ اس کے جواب میں پاکستان نے بھی یہی راستہ اپنایا۔ ان تجربات نے نہ صرف علاقائی کشیدگی میں اضافہ کیا بلکہ عالمی امن کے لئے بھی خطرہ بن گئے۔

ایٹمی ہتھیاروں اور بڑی طاقتوں کی حیثیت کے بارے میں کئے گئے علاقائی اور عالمی پروپیگنڈہ کے ذریعہ عوام کے جذبات کو اس طرح متاثر کیا گیا کہ لوگوں نے ان دھماکوں پر خوشی کا اظہار بھی کیا۔ لیکن جنوبی ایشیاء کے بہت کم لوگوں کو یہ معلوم تھا کہ ایٹمی ہتھیار کس طرح روایتی ہتھیاروں سے مختلف اور خطرناک ہوتے ہیں اور ان ہتھیاروں، تجربات اور استعمال کے باعث مصوم لوگوں اور ماحول پر کس طرح کے تباہ کن اثرات مرتب ہوں گے اس کے علاوہ ایٹمی ہتھیاروں کی دوڑ شروع ہونے سے سیاسی شہری اور معاشی حقوق کس طرح متاثر ہوتے ہیں اس پر بہت کم توجہ دی گئی۔

ایٹمی تجربات کے بعد پاکستانی عوام کو آئینی طور پر مہیا کئے گئے بنیادی حقوق فوری طور پر معطل کر دیئے گئے۔ اس عمل کا مقصد یہ اختیار حاصل کرنا تھا کہ حکومت ایٹمی پالیسیوں اور ان کے نتیجے میں بین

Citizen's Peace Committee (CPC) اور پشاور میں Citizens for Peace (CP) بھی اس طرح قائم کی گئیں ہیں۔ ان تمام کمیٹیوں نے اپنے اپنے شہروں میں عوامی رابطہ کی مہم شروع کی ہے۔ عوامی اجتماعات، پمفلٹ اور میڈیا کے ذریعے ان کوششوں کا مقصد عام لوگوں کو اس بارے میں آگاہ کرنا ہے کہ پاکستان کی مصلحت معیشت اور فلاحی سوسائٹی پر ایٹمی ہتھیاروں اور ان کی تیاری کی دوزخ کے کس قدر نقصان دہ اثرات مرتب ہوں گے۔

بڑے پیمانے پر پھیلنے والی تباہی تشدد اموات کو روکنے کے لئے کام کرنے کے احساس اور اس عمل میں زیادہ سے زیادہ لوگوں کی تائید حاصل کرنے کی ضرورت نے اس تمام سلسلے کو ایک قومی تنظیم

Pakistan Peace Coalition (PPC) بنانے کی راہ دکھائی۔ پاکستان

اتحاد برائے امن (PPC) عہد کرتا ہے کہ وہ قومی اور بین الاقوامی سطح پر ہر طرح کے ایٹمی ہتھیاروں کی تیاری کی مخالفت کرے گا۔ نیز بڑے پیمانے پر تباہی پھیلانے کی طاقت رکھنے والے دوسرے ہتھیاروں کو بھی دفاع کے لئے ناگزیر ہونے کے تصور کا مخالف ہے۔

○ PPC عالمی سطح پر ایٹمی اسلحہ کو ترک کرنے کی کوشش کرے گا۔

○ اور اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے تمام تنظیموں سے تعاون کرے گا اور ان کی حمایت کرے گا اور ان کی حمایت حاصل کرے گا جو ان مقاصد کے لئے پوری دنیا میں سرگرم ہیں۔

○ اس سہ میں فوری اقدام کے طور پر PPC جنوبی ایشیا میں ایٹمی اسلحہ کو ترک کرنے اور امن کے لئے کوشش کرے گا اور یہ مقصد حاصل کرنے کے لئے علاقے میں کام کرنے والی تنظیموں سے تعاون کرے گا۔

○ پاکستانی حکومت پر دفاعی اخراجات کم کرنے اور انسانی وسائل کی ترقی کے لئے دباؤ ڈالا جائے گا۔

○ پاکستانی معاشرے میں عدم رواداری اور تشدد کے بڑھتے ہوئے رجحانات کا مقابلہ کیا جائے گا۔

○ پاکستانی معاشرے میں عدم رواداری اور تشدد کے بڑھتے ہوئے رجحانات کا مقابلہ کیا جائے گا۔

○ اگست اور ستمبر میں ہئی اے رحمان، مینا سرور، شاہ تاج قریشی، بی ایم کئی، ایم بی نقوی، عمر امیر خان، جنیلو بیٹ، ظفر اللہ خان اور سعید احمد نے اسلام آباد میں ملاقاتیں کیں اور پاکستان میں امن کی تحریک کے لئے طریقہ کار وضع کرنے پر گفتگو کی۔ اس گروپ نے ایک امن کانفرنس اور دیگر عوامی نوعیت کی سرگرمیوں کے لئے پروگرام وضع کیا۔

PPC اور اس کی معاون تنظیموں

نے فیصلہ کیا کہ وہ پرنٹ، الیکٹرانک اور آڈیو ویڈیو ٹیکنالوجی اور ٹھیکر کے ذریعے لوگوں کو ایٹمی اور دوسرے بڑے پیمانے پر تباہی پھیلانے والے ہتھیاروں کے بارے میں معلومات مہیا کریں گے۔

○ جنگ کے نقصانات اور امن کے ذریعے حاصل کئے جانے والے فوائد کو اجاگر کریں گے۔

○ لوگوں کو امن اور اس سے تعلق رکھنے والے مسائل کے بارے میں معلومات مہیا کی جائیں گی اور امن کی کوششوں کو وسیع کرنے کے لئے حلقہ اثر تشکیل دیا جائے گا۔

○ امن کے لئے رائے عامہ ہموار کرنے کے لئے پی پی سی اور اس کی معاون تنظیمیں عوامی اجتماعات، سینیٹ اور جلسوں کا انعقاد کریں گے۔

PPC اپنی ممبر تنظیموں کی مدد کے لئے امن کے موضوع پر مقامی اور بین الاقوامی ذرائع سے معلومات جمع کر کے ان باقی صفحہ ۳۳ پر

شہری فوٹو البم



عزیز بھٹی پارک میں آلودہ پانی کی مہیکانی صفائی



کلفٹن میں عبداللہ شاہ مازہ کی مزار پر حاضری روحانی تسکین کا وسیلہ



ترقی یافتہ شہری پسماندگی



ٹریننگ کنگز کی ٹیز می سٹ



پیک

ٹرانسپورٹ

کی زبوں حالی

مسافروں کو بھیڑ بکریوں

کی طرح ٹھونسا جاتا ہے

پاکستان میں ہمیں لاتعداد مسائل کا سامنا ہے۔

صنعتی پیداوار کی سطح انتہائی کم تر ہے جس کی وجہ سے کارکنوں کی سطح بھی بہت ہے۔ شرح پیدائش انتہائی زیادہ ہے چنانچہ لوگوں کی ایک بڑھتی ہوئی تعداد ملازمتوں کی تلاش میں سرگرداں ہے اس لئے آمدنی کی سطح انتہائی کم ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ہم دنیا میں آبادی کے لحاظ سے تیسرے نمبر پر ہیں۔ آئندہ پچاس برسوں میں ہماری آبادی ۳۵ کروڑ ۸۰ لاکھ ہو چکی ہوگی۔

زندگی کے تمام پہلو مثلاً کام، رہائش، تعلیم، ٹرانسپورٹ وغیرہ کسی ملک کی آمدنی کی سطح سے متعلق ہیں۔ جاپان بہت زیادہ گنجان آباد ملک ہے لیکن پاکستان کے مقابلے میں مذکورہ تمام پہلو بہت بہتر ہیں۔ پاکستان میں مسائل کو گھمبیر بنایا جاتا ہے، آبادی مسلسل بڑھ رہی ہے اور اگر اسے بڑھنے سے نہ روکا گیا تو پھر یہ ملک گھننے ٹیک دے گا۔

اگر ہم ٹرانسپورٹ کا ہی مسئلہ لیں تو پھر ہمیں ٹرانسپورٹ کے ساتھ آمدنی کی سطح کو تسلی کرنا پڑے گا۔ دنیا بھر میں ہر فرد کو اپنی آمدنی کے ایک حصے کو ٹرانسپورٹ کی مدد میں اپنی جیب سے ادائیگی کرنی پڑتی ہے۔ یہ بات ہر شخص کے لئے دلچسپی کا باعث ہوگی کہ ٹوکیو، لندن، یونیس، آئر، کینیا یا کراچی میں کسی فرد کو ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچانے والی ایک جیسی بس کا کرایہ مختلف ہوگا۔ مثلاً لندن میں یہ کرایہ ۱۵ پونڈ (تقریباً ۱۵۰۰ پاکستانی روپے) ہو سکتا ہے لیکن کراچی میں اسی فاصلے کا کرایہ ۲۰ روپے ہوگا۔ کیوں۔ بسیں ایک جیسی ہیں اور لندن میں مسافر آرام سے بیٹھے ہیں تو پھر کلٹ کی قیمتوں میں اتنا زیادہ فرق کیوں

ہے؟

لندن میں پٹرول کی قیمت کراچی کے مقابلے میں دگنی ہو سکتی ہے لیکن ایک ہی فاصلے کو طے کرنے کے لئے پندرہ سو روپے اور ۲۰ روپے کا فرق کیوں ہے؟ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ بس ڈرائیور کی تنخواہ کراچی کے بس ڈرائیور کے مقابلے میں ۲۰ گنا زیادہ ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ لندن میں ڈرائیور ٹریفک کے تمام قوانین، قواعد و ضوابط کی پاسداری کرتا ہے۔ اس حقیقت سے بالاتر ہو کر وہ یہ کام کرتا ہے کہ اس کا مالک اسے کیا کتا ہے؟ کراچی میں بسوں کی حالت جاہ ہوتی ہے۔ ان کا انجن، پنچر، ڈھیلا ہوتا ہے۔ اس میں مسافروں کو بھیڑ بکریوں کی طرح ٹھونسا جاتا ہے۔ وہ انتہائی تیز رفتاری کا مظاہرہ کرتے ہوئے اوور ٹیکنگ کرتی ہیں۔ اس کے باوجود ٹکٹوں کے درمیان اتنے واضح فرق کی تشریح نہیں ہوتی۔

یہ بات ضرور ہے کہ لندن میں بس ڈرائیور اپنی جیب میں ہر ماہ ہزار پونڈ (ایک لاکھ روپے) نہیں بھرتا۔ حقیقت یہ ہے کہ ایک لاکھ روپے بلا واسطہ یا بالواسطہ ان چیزوں پر خرچ ہوتے ہیں جو لندن کو گزارنے کے قابل بناتی ہیں بہتر تعلیم، رہائش اور دیگر چیزوں کے علاوہ سڑکوں پر ٹریفک بھی بہتر ہوتی ہے۔ آپ بوجھ سکتے ہیں کہ یہ ٹریفک کو کس طرح بہتر بناتی ہے۔ یہ ٹریفک کو بہتر اس طرح بناتی ہے کہ ایک لاکھ روپے پر ہونے والی آمدنی پر ٹیکس لگتا ہے جس کا ایک چھوٹا سا حصہ ٹریفک پلاننگ ڈپارٹمنٹ، سڑکوں پر موجود پولیس والوں کے لئے اچھی تنخواہوں اور شہری پلاننگ بیورو کے لئے بہتر سولتوں پر خرچ ہوتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں ٹیکسوں کو ہر ایک کے لئے بہتر تنخواہ پر

خرچ کیا جاتا ہے۔ نتیجے میں جب ہر ایک شخص کو اچھی تنخواہ ملے گی تو اس کا معیار زندگی بھی بہتر ہوگا۔ کنٹوں کے درمیان فرق کا تعلق معاشرے کی آمدنی کی سطحوں سے ہوتا ہے۔ ہمارے ملک میں آمدنی کی سطحیں انتہائی کم ہیں اور حکومت بھی ٹرانسپورٹ کی قیمتیں کم رکھنے پر دباؤ ڈالتی ہے۔ اس لئے ٹرانسپورٹ کی قسم چاہئے کوئی بھی ہو وہ بس ہو یا ریکشیا یا ٹیکسی۔ کم سے کم قیمت پر چلتی ہے۔ مثال کے طور پر یو اے ای میں ٹیکسی ڈیوٹی فری ہے اور پیٹرول کی قیمت بھی پاکستان کے مقابلے میں ایک تہائی ہے لیکن ان کا کریر پاکستان کے مقابلے میں زیادہ ہے کیوں؟ اس حقیقت سے قطع نظر کہ پاکستان میں ٹیکسی بہ مشکل ہی سڑکوں پر چلتی ہے لیکن وہ مسافروں کو ضرور لے کر چلتی ہے جو اس کا کام ہے۔ غیر ممالک میں ہماری بہت سی گاڑیاں سڑک پر چلنے کے لئے ممنوع قرار دی جاسکتی ہیں کیونکہ وہ بہت دھواں اگلتی ہیں یا پھر وہ سڑکوں پر چلنے کے قابل نہیں ہیں۔

روڈ ٹرانسپورٹ کو بہتر بنانے کے دو واضح طریقے ہو سکتے ہیں۔ پہلا طریقہ تو یہ ہے کہ حکومت ٹرانسپورٹ کی قیمت میں کمی کرنے کے لئے امداد دے تاکہ پھر مسافر اور حکومتی امداد مل کر مناسب ٹکٹ کی تخلیق میں حصہ لے سکیں اور مسافر آراہ سڑک سڑکیں ہماری معاشی صورت حال کے باعث یہ ایک مشکل امر ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ حال ہی میں حکومت نے کراچی ٹرانسپورٹ کارپوریشن کو بند کر دیا ہے۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اگر ہم کسی طرح اپنی آبادی کو کنٹرول کرنے میں کامیاب ہو جائیں اور ہماری آمدنی میں کافی اضافہ ہو جائے تو ہم بہتر ٹرانسپورٹ کے زیادہ ادائیگی کر سکتے ہیں۔ ان دو طریقوں کے علاوہ دیگر تمام کوششیں سڑکوں پر ہمارے مصائب میں اضافہ ہی کریں گی اور وقت کے ساتھ ساتھ



میں یہ بات اچھی طرح جانتا ہے کہ وہ کبھی بھی کار کا مالک بننے کی استطاعت نہیں رکھ سکتا۔

مثال کے طور پر جب ڈالر کی قیمت چالیس روپے تھی تو ایک پولیس والے کو ایک دن میں تین ہزار تین سو روپے مل جاتے تھے اور اب بھی اس کو اتنے ہی روپے ملتے ہیں لیکن اب ڈالر کی قیمت پچاس روپے ہے دوسرے الفاظ میں پولیس والا تو غریب سے غریب تر ہو رہا ہے اور حقیقت تو یہ ہے کہ ہم بھی غریب ہو رہے ہیں۔

یہ بات آپ کے لئے قابل دلچسپی ہو سکتی ہے کہ جنوبی ایشیا میں قابل قبول سطح سے آٹھ گنا زیادہ فضائی آلودگی ہے۔ نئی دہلی میں آلودگی خطرناک حد تک بڑھ چکی ہے اور ہر سال دس سے بارہ ہزار افراد اس آلودہ فضا میں سانس لینے کے باعث مر جاتے ہیں اور دوسرے متعدد اقسام کی بیماریوں میں مبتلا ہوتے ہیں۔ سپریم کورٹ آف انڈیا نے اس صورت حال کا از خود نوٹس لیا اور آلودگی و ٹریفک پر قابو پانے کے لئے روٹنگ دیں۔ وہ تمام بسیں جو گزشتہ دس برسوں سے سڑکوں پر چل رہی تھیں ان کا نئی دہلی میں چلنا ممنوع قرار پایا۔ کاروں کو بھی ہر سال لٹنسی ٹیسٹ دینا لازمی قرار دیا گیا ہے۔

بھارت کی بسوں میں ایک نیا اضافہ ہوا

ہمیں ٹرانسپورٹ کی آمدنی کو بھی جوڑنا ہوگا
بڑھتی ہوئی آبادی پبلک ٹرانسپورٹ کی بھری کا ایک سبب ہے
پیٹرول کی قیمت بڑھ جاتی ہے مگر حکومت کرایوں کو کم رکھنے پر اصرار کرتی ہے

صورت حال بد سے بد تر ہوتی جائے گی۔ ہماری سڑکیں بھی ماہر ٹریفک پولیس کے کنٹرول میں نہیں ہیں۔ سڑکیں ہر طرح کی ٹرانسپورٹ سے اٹی پڑی ہیں جہاں بسیں یا ٹرک جو آہستہ چلتے ہیں سڑک کے دائیں جانب ہوتے ہیں۔ اکثر سڑکیں تجاوزات سے چھپ جاتی ہیں۔ ہم ٹریفک پولیس کو کس طرح مورد الزام ٹھہرا سکتے ہیں جبکہ ان کی تنخواہیں بہت کم ہیں۔ انہیں کسی کارڈنایور سے رشوت لینے پر الزام کیوں دیا جائے کیونکہ ٹریفک پولیس

ہے جس کے تحت ہر بس میں ایک کارڈ ریڈر نصب ہوگا۔ یہ اس پلاسٹک کارڈ سے مشابہ ہے جو ہم ٹیلی فون کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ استعمال کنندہ کی استطاعت کے مطابق اس کی قیمت ہوگی۔ مثلاً ایک کارڈ کی قیمت پانچ سو روپے ہے آپ جب بھی بس میں سفر کریں گے آپ کو مشین میں اپنے کارڈ کو بیچ کرنا ہوگا۔ کارڈ میں سے اس فاصلے کا کرایہ خود بخود کاٹ لیا جائے گا۔ جب اس کارڈ کی قیمت ختم ہوگی تو آپ کو نیا کارڈ لینا ہوگا۔ اس طرح بس کے مالک کو ہر روز وہی ملے گا جو اس نے کمایا ہے۔ کنڈیکٹر کوئی گھپلہ بازی نہیں کر سکتے گا اور حکومت کو بھی اس کے ٹیکس ملتے رہیں گے۔ کنڈیکٹر بس میں ہو تو بس کا مالک اور حکومت دونوں ہی مالی طور پر گھانے میں رہتے ہیں۔

مختصر یہ کہ ہم سب کو مل کر بیک وقت دیگر چیزوں پر قابو پانے کی کوششیں کرنی ہوں گی مثلاً تعلیم، اپنی تنخواہ کی سطح کو بڑھانا اور اپنی رہائش کو بہتر بنانا۔ اس کے بغیر سڑکوں پر ٹریفک کو بہتر بنانے کا کوئی طریقہ نہیں ہے۔ سب سے زیادہ دیگر ہماری قوم کو آخر جاہلی و بربادی کا سامنا ہوگا۔ پھر پاکستان میں ہنگاموں کے دوران دین، ٹیکسی یا ریکشہ چلائے جاتے ہیں۔ انشورنس نہیں ہوتا۔ چنانچہ ٹرانسپورٹوں کو ہی اس نقصان کو برداشت کرنا پڑتا ہے جبکہ دوسرے ممالک میں ٹرانسپورٹ کو انشورنس کی سہولت حاصل ہوتی ہے۔

ٹرانسپورٹوں کو ہماری یہ تجویز ہے کہ وہ انشورنس کو ترقی دیں۔ انشورنس کی مدد سے وہ جو رقم جمع کریں اسے زیادہ منافع بخش اکاؤنٹ میں جمع کرایا جاسکتا ہے۔ اس طرح نقصان کی حلفی ممکن ہو سکے گی۔ انشورنس کی رقم اس اسکیم میں شرکت کے خواہش مند ہر فرد سے جمع کی جاسکتی ہے۔ بسوں اور ٹیکسیوں کا محتسب انشورنس کے ماہرین کر سکتے ہیں جو سڑکوں پر چلنے والی گاڑی کی قیمت جانتے ہیں اور باقی صفحہ ۳۱ پر

رہائشی سہولتوں کی سہل فراہمی

ریاست کی بنیادی ذمہ داری ہے

حصوں کو بھی حوصلہ افزائی ممکن ہے۔ معاشرے کے کم آمدنی والے گروہوں سے لے کر متوسط طبقے کی ضروریات کو پورا کریں گے۔ ترقی پذیر اور تیسری دنیا (جس کا حصہ ہم بھی ہیں) میں ابھرتے ہوئے مختلف ترقیاتی ماڈلوں کی واضح نشاندہی ہو سکتی ہے جو ریاست کی فراہم کردہ "زمین و خدمات" کی سہولتوں سے لے کر "اپنی مدد آپ" کے ماڈلوں تک پھیلی ہوئی ہے اور ترقی کے ماڈل ہیں۔

کراچی شہر کی مثال لیں تو ہماری بنیادی ترقی کی انجینیئرنگ کراچی ڈیولپمنٹ اتھارٹی (کے ڈی اے) تقریباً "۲۵ برسوں میں ایک مناسب رہائشی اسکیم کو تکمیل تک نہیں پہنچا سکتی ہے۔

ان کے دفاع میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ مددگار بنیادی ڈھانچہ "خصوصاً" تیز رفتار شہری ٹرانزٹ کے لئے سہولتوں کو عملی شکل کبھی نہیں دی گئی حالانکہ شہری ضلع کے محیط میں مستقل رہائشی منصوبوں کے لئے یہ بہت اہمیت کے حامل ہیں۔

ریاست "مہیا کرنے والوں" کے کردار کی غیر حاضری میں نجی انٹرپرائز نے اس خلا کو پر کیا۔ بلڈرز بڑے طحطاق سے میدان میں داخل ہوئے اگرچہ کہ بڑھتی ہوئی آبادی کے لئے رہائش مہیا کرنے کے ان کے مثبت کردار سے انکار ممکن نہیں ہے لیکن زمین کے استعمال کے قواعد و



ہاؤس بلڈنگ
فنانس کارپوریشن سے
قرضے حاصل
کرنے کے طریقے کو
سادہ اور بہتر بنانے کی
گنجائش ہے

بھی کرتے ہیں اور بہت سی معاشی سرگرمیوں کا ہاؤسنگ انڈسٹری 'معاشی اور صنعتی ترقی سے بہت قریبی تعلق ہے۔ نتیجے میں روزگار کی سطح بڑھتی ہے اور ظاہر بھی کرتی ہے۔ چنانچہ ملک کی مجموعی معاشی ترقی میں ہاؤسنگ انڈسٹری کی اہمیت بہت نمایاں ہے۔

رہائشی مکانات کی ترقی کے مختلف

تعمیراتی سامان کی قیمتوں پر کنٹرول وغیرہ ایسے ہی چند طریقے ہیں۔ بہت سے ترقی یافتہ ممالک مثلاً ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں ہر سال ہونے والے نئے رہائشی پوسٹس حکومت شماریات کے طور پر ظاہر کرتی ہے اور یہ قومی معاشی ترقی کی علامت ہیں کیونکہ یہ اعداد و شمار معاشرے کی بڑھتی ہوئی خوشحالی کی نشاندہی

پندرہ برس سے زیادہ عرصہ ہو گیا جب ہیٹھلے۔ کانفرنس نے ترقی پذیر ممالک کے شہری آبادیوں کو درپیش اہم مسائل میں سے ایک اہم مسئلے 'رہائش کی نشاندہی کی تھی۔

نو آبادیوں کی پالیسیوں کے سب سے اہم مقاصد تو ضرورت ایسے لوگوں کو سر چھپانے کے لئے جگہ اور ترقی کے بنیادی ڈھانچہ اور خدمات کی فراہمی ہے جن کی انہیں ضرورت ہے اور ان خدمات کی فراہمی ان کی ضرورت کے مطابق ہونی چاہئے اور اس مالی یا سماجی قیمت پر ہونی چاہئے جو وہ برداشت کرنے کی سکت رکھتے ہوں۔ سماجی انصاف کا انحصار اس طریقے پر ہے جس کے تحت یہ سہولتیں آبادی کے درمیان تقسیم ہوتی ہیں اور کس حد تک دستیاب ہوتی ہیں۔

ریاست کی ایک بہت ہی بنیادی ذمہ داری لوگوں کو مناسب رہائش یا پالیسی اقدامات کے تحت آسانیاں فراہم کرنا ہے۔ نجی سیکٹر میں ہاؤسنگ انڈسٹری کی نشوونما اس طریقے پر ہونی چاہئے کہ ایک آدمی کی پہنچ مناسب رہائشی مکان تک آسانی سے ہو سکے۔ اس مقصد کے حصول کے مختلف طریقے ہیں قابل استطاعت شرح پر زمین کی دستیابی، آسانی سے قابل انتظام قرض کا طریقہ کار کی موجودگی اور

ضوابط کی خلاف ورزی کے باعث مقامی ماحول بری طرح متاثر ہوا جو تشریح کا معاملہ ہے اور معاشرے میں سنجیدہ بحث کا تقاضی ہے۔ مضافاتی ترقی کی غیر موجودگی میں اندرون شہر اور پہلے سے ترقی یافتہ بستیوں و محلوں پر بہت زیادہ دباؤ ہے۔

کراچی کا دوسرا چرویا رخ بھی ہے جس کے بارے میں عوام بہت کم ادراک رکھتے ہیں۔ ایک طویل عرصے ترقی پذیر ممالک میں حکومتیں بھری ہوئی بے ترتیب کچی آبادیوں کو ایک ایسا مسئلہ سمجھتی ہیں جس سے چھٹکارا حاصل کرنا ضروری ہے۔ انہیں سماجی برائیوں کا مرکز اور ریاست کی نگیں ادا کرنے والوں اور قانون کا احترام کرنے والے شہریوں سے واضح طور پر مختلف سمجھا جاتا ہے۔ چنانچہ اس تصور نے ۶۰ کے عشرے کے دوران دنیا کے بہت سے حصوں میں کچی آبادیوں کی صفائی کے منصوبوں کو شروع کرایا۔ آج وہ دن تاریخ کا حصہ بن چکے ہیں۔ آج یہ کچی آبادیاں قائم رہنے والی افزائش کے مختلف رہائشی نمونے پیش کرتی ہیں جن سے رسمی سیکڑ بہت کچھ اور مزید سیکھا سکتا ہے۔

کراچی کی آبادی کا تقریباً ۴۵ فیصد حصہ غیر قانونی آبادیوں یا کچی آبادیوں میں رہائش پذیر ہے۔ یہ اپنی مدد آپ کے اصول پر خود اپنے آپ ترقی کا نمونہ ہے۔ اس میں سب سے اہم اور تکی پاکستان پر ڈیکٹ ہے۔ یہ محسوس کیا گیا ہے کہ اس علاقے میں مزید مثبت ترقی کرنے کی اہلیت موجود ہے۔

عام آدمی کو رہائش کے لئے قرضہ فراہم کرنے والے ادارے اس مساوات میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ کیا ایچ بی ایف سی جیسے ایک ادارے میں قرضے حاصل کرنے کے طریقہ کار کو مزید سادہ اور بہتر بنانے کی گنجائش ہے تاکہ اس کے پہنچنے میں آسانی ہو؟ یہ ایک اور پہلو ہے جس پر توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ اپنے ملاقاتی پڑوسیوں سے بھی بہت کچھ سیکھا جاسکتا ہے۔



کراچی کی نصف آبادی

کچی بستیوں

میں رہائش پذیر ہے

یہ آبادیاں

منصوبہ بندی کے

نقطہ نظر سے پسندیدہ

نہ ہونے کے باوجود

ایک حقیقت ہیں

بھارت، جنوبی کوریا اور انڈونیشیا میں رہائش کے لئے قرض کے نظام کو ترقی دینے کے لئے نمایاں اقدامات کئے گئے ہیں۔ بھارت میں ہاؤسنگ ڈیولپمنٹ فنڈس کارپوریشن (ایچ ڈی ایف سی) کو کچی شہرے میں قرضہ فراہم کرنے والے بنیادی ادارے کی حیثیت سے فروغ دینے سے رہائشی قرضوں کو حد درجہ تحریک ملی ہے۔ اس ادارے کو حکومت کے بہت معمولی یا تعاون کے بغیر ترقی دی گئی ہے۔ آج یہ بھارت میں اولین ادارہ ہے جو رہائشی قرضے فراہم کرتا ہے اور کامیابی کے ماڈل کی حیثیت سے شہرت کا حامل ہے۔

رہائشی قرضے

قرض فراہم کرنے والے کل رسمی

شعبے کا ایک براحصہ بن چکے ہیں چار لاکھ سے زیادہ یونٹوں کو قرض فراہم کیا جا چکا ہے۔ ایچ ڈی ایف سی کو فروغ دینے کے دس برس بعد حکومت نے نیشنل ہاؤسنگ بینک (این ایچ بی) قائم کیا تاکہ ملک میں رہائشی قرضے فراہم کرنے والے ماہر اداروں کے ایک جال کو ترقی دی جاسکے۔ یہ ایک دلچسپ تجربہ ہے کیونکہ این بی ایچ بھی ایک باقاعدہ جماعت کی حیثیت سے عمل کرتی ہے۔ شاید ہمیں بھی اپنے رہائشی شعبے کے اہم اور نظر انداز کئے جانے والے رابطے میں نئی جدت و خیال لانے کی ضرورت ہے۔

بقیہ ہاؤسنگ

شہری سی بی ای کے جناب فرحان انور نے سینئیر کے مقاصد بیان کرتے ہوئے کراچی میں ہاؤسنگ سیکڑ کا ایک جائزہ بھی پیش کیا۔ ان کا کہنا تھا کہ ایک بڑھتے ہوئے صحت مندانہ ہاؤسنگ سیکڑ مجموعی طور پر ملک کی خوش حال معاشی ترقی کی نشاندہی کرتا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ڈی ای کے کراچی کے شہریوں کو اس خدمت کی فراہمی میں ناکام رہا ہے۔ جبکہ بلڈرز نے اس سلسلے میں اہم کردار ادا کیا ہے لیکن تعمیراتی ٹھیکیدار بھی موجودہ تعمیراتی قوانین کی خلاف ورزی کرنے کے مجرم ہیں۔ انہوں نے ہاؤس بلڈنگ فنڈس کارپوریشن کے کردار کو بھی موثر بنانے پر بھی زور دیا تاکہ عام آدمی تک اس کی پہنچ بڑھ سکے۔

شہر کے بہت سے علاقوں میں خود رو پودوں کی طرح بے ہنگم اونچی اونچی عمارتوں پر ایک نظر پڑتی ہے۔ یہ محسوس کیا جاسکتا ہے کہ حس ہمال کی اہمیت کو نظر انداز کیا گیا ہے۔ رہائشی عمارات سمیت اینٹ سمیٹ اور بجری سے تعمیر ہونے والے ڈھانچوں کو آنکھوں کے لئے بارگراں نہیں ہونا چاہئے بلکہ انہیں ماحول کے ساتھ گھل مل جانا چاہئے اور معیار زندگی میں اضافے کا باعث بننا چاہئے۔ تعمیراتی حسن کے بہت سے ڈھانچے کراچی کے لئے سرمایہ افتخار ہیں ان سے زیادہ تر اس کے ماضی بعید سے منسلک ہیں کیا ہم مستقبل میں اس سے ملتی جلتی کارکردگی کی امید کر سکتے ہیں۔ اس حقیقت کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ کراچی شہر کے لئے ایک قابل وحدت کی صورت بننے کے لئے رسمی اور غیر رسمی شعبوں کو ایک شراکت داری میں ایک دوسرے سے بہتر رابطہ رکھنا اور تقویت دینی ہوگی۔

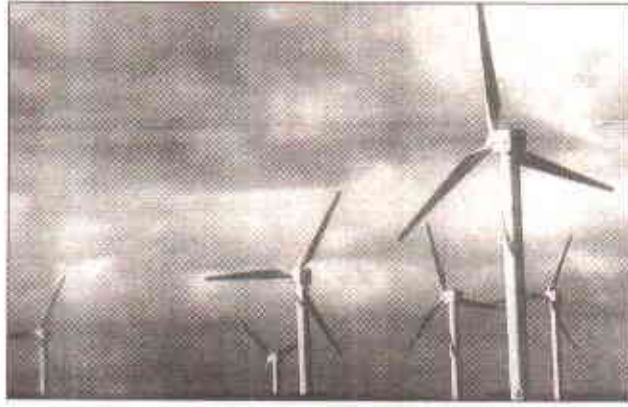
(فرمان انور۔ ایڈیٹر شہری نیوز لیسٹ)

بقیہ ٹرانسپورٹ

بید کی گئی گاڑی کی قیمت بھی اس سے زیادہ نہیں ہونی چاہئے اگر ہنگامے میں کسی گاڑی کو ٹٹ لگائی جاتی ہے تو مالک کو گاڑی کی مالیت سے زیادہ قیمت نہیں ملے گی۔

عزت و وقار کے ساتھ زندگی گزارنے کے لئے ہم سب کو زیادہ سے زیادہ آمدنی کی ضرورت ہے۔ کم آمدنی ہر قسم کی بری عادات پیدا کرتی ہے خصوصاً ایک ایسے معاشرے میں جہاں قانون کی حکمرانی ختم ہو چکی ہو۔ اب یہ ہم پر منحصر ہے خصوصاً امیر طبقہ اپنا وقت اور پیسہ معاشرے کے سدھار کے لئے فراہم کرے۔ اگر یہ معاشرہ بہتر بننے کا خواہش مند ہے تو ہم سب کو اپنی بہترین صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے یہ کوشش کرنی ہوگی۔

(نوید حسین رکن انتظامی کمیٹی شہری سی بی ای)



ہوائی چھیاں، ہوا کی مانند سبک

بلتے موڑ پر کھڑے ہیں۔ حکومتی ترغیبات اور نجی سرمایہ کاری کے اثر آفریں میل اور ٹیکنالوجی کا شکر گزار ہونا چاہئے جو سستھنک مواد استعمال کرتی ہیں اور بائیو ٹیکنالوجی توانائی کی صنعت میں تیزی سے داخل ہو رہی ہیں جو وسیع پیمانے پر نئی مشینیں بنانے کا باعث ہو گا جس سے نہایت صفائی سے اور موثر انداز میں توانائی فراہم ہوگی اور لوگ اس کی بدولت پانی گرم کر کے غسل کر سکیں گے۔ پانی ٹھنڈا کر کے نوش کر سکیں گے حتیٰ کہ انٹرنیٹ پر بھی کام کر سکیں گے۔ یہ انقلاب کم از کم تین بڑے محاذوں تک تو پہنچ چکا ہے۔

عالمی مارکیٹ شمسی توانائی کے لئے ۱۹۸۸ء میں ۳۳۰ ملین ڈالر تھی جو ۱۹۹۶ء میں ۹۰۰ ملین ڈالر تک پہنچ گئی۔ آلات کی قیمت میں کمی کے باعث افزائش کو میسر آئی۔ ۱۹۷۰ء کے عشرے میں ۷۰ ڈالر فی واٹ قیمت تھی جو آج صرف ۱۵ ڈالر ہے۔ اگرچہ کہ وہ جو برقی قوت پیدا کر رہے ہیں اس کی قیمت بھی روایتی جزیروں سے پیدا کی جانے والی توانائی کی قیمت سے کہیں زیادہ ہے۔ دیکھیں مکانات کے لئے شمسی

کن طریقے پر داخل ہوئی ہیں اور تجربات جنس سے تجارتی حقیقت میں بدل چکی ہے۔ سورج کی روشنی، ہوا اور دیگر قابل تجدید ذرائع کو توانائی کی مفید و کم خرچ شکلوں میں تبدیل کر رہی ہے۔ اس کامیابی نے ایک پرشوق امکان پیدا کر دیا ہے۔ بیسویں صدی کے معاشی معجزوں نے اپنا رنگ تو خوب بنایا ہے لیکن مختلف اقسام کے ایندھن اور ماحولیاتی آلودگی نے اس میں بھنگ ڈال دیا ہے۔ اب ایک توانائی کے انقلاب کے سوا کوئی اور نتیجہ نکل ہی نہیں سکتا۔

ایک اندازے کے مطابق اس اہم تبدیلی کو ظہور پذیر ہوئے سو برس ہو چکے ہیں اس وقت موجود توانائی کے نظام کا بیشتر حصہ ۱۸۹۰ء اور ۱۹۱۰ء کے درمیان ہونے والی ایجادات کے سیلاب کی تخلیق ہے اس مختصر عرصے کے دوران شہروں میں تبدیلیاں آئیں کیونکہ گھوڑا گاڑیوں کی جگہ کاروں اور گیس لیمپ کی جگہ بجلی کے بلب نے لے لی تھی۔ پرانی ٹیکنالوجی صدیوں تک قائم رہی لیکن چند برسوں میں ہی وہ متروک ہو گئیں۔ آج ہم شاید تبدیلی کے ایسے ہی نئے

بجلی کی لائنیں بھی ایک دن کی مسافت کے فاصلے پر واقع تھیں۔ یہ آلات بہت سحر آلود محسوس ہوتے ہیں کیونکہ ان کی مدد سے لوگوں نے پہلی بار اپنے گھروں میں بلب روشن کئے۔ ریڈیو اور ٹیلی ویژن سیٹ چلائے۔

یورپ ہو، جنوبی ایشیا ہو یا ان کے درمیان مختلف جگہیں ہوں کچھ نہ کچھ نمایاں و قابل ذکر واقع ہو رہا ہے۔ متبادل توانائی کی ٹیکنالوجی خاموشی سے لیکن فیصلہ

متبادل توانائی

کی ٹیکنالوجی فیصلہ کن

طریقے سے

داخل ہوئی اور تجربات

تجسس سے

تجارتی حقیقت میں بدل

چکی ہے

جرمنی کے زر خیز میدانوں میں گزشتہ پانچ برسوں کے دوران ایک نئی فصل اگ رہی ہے۔

ہاڑوں اور کھیتوں کے درمیان ہزاروں کی تعداد میں ۳۰ میٹر اونچے مینار نظر آتے ہیں جن کے سروں پر فائبر گلاس کے پتلے بلبلز ہوا میں دھبے دھبے گھومتے رہتے ہیں۔ یہ صاف ستھرے چھوٹے چھوٹے پاور ہاؤس کے طور پر کام کر رہے ہیں۔ یہ جدید ہوائی چھیاں ہوا کی ہلکی سبک لہروں سے بھی مضبوط برقی لہریں پیدا کرنے کے لئے استعمال کرتی ہیں اور علاقے کے کاروبار، تجارت اور گھروں کو بجلی فراہم کرتی ہیں۔ لیکن اس کام کو سرانجام دیتے ہوئے وہ ماحول کو آلودہ نہیں کرتیں۔

انڈونیشیا کے جزیرے جاوا میں ہزاروں دیگی خانہ انوں نے چھوٹے نقرتی پینٹلون کو اپنے گھر کے قریب کھیموں پر لگا رکھا ہے۔ یہ کیمپوز میں موجود مائیکرو پردیس سے ملنے جلتے سیلیکون سی سی کنڈیکٹر چیمس سے بنے ہوئے ہیں۔ یہ شمسی ستل دھوپ کی توانائی کو بجلی میں تبدیل کر دیتے ہیں۔ ان لوگوں کی رہائش سے قریب ترین